سید مناظر احسن گیلانیؒ اور مطالعۂ تصوف: ایک تجزیہ

*حافظہ فرحت

**محمد ریاض محمود

Abstract

Mysticism is a specific way and trend to understand the religion and act upon it. This philosophy emphasizes on the direct relationship between Allah Almighty and His superior creation, man. Its roots have been embedded very deep in the Islamic ideology and philosophy. Its place , value and prestige have been controversial during all periods of history inspite all of its utility, beauty and popularity. One of the most important reasons of this controversy is the mixture of non and anti-Islamic elements with the mysticism. The Islamic scholars and intellectuals have played a very important and crucial role to eradicate such non and anti Islamic literary elements from mysticism. They have rendered great literary services in this regard. Syed Manazar Ahsan Geelani has played a great role of in the research and to eracdicate the non and anti Islamic elements from it. The critical study of his philosophy of mysticism is a crucial literary and educational need of the present day. This research article has been compiled to fulfil this literary.

Keywords: Manazar Ahsan Gillani and Tasawuf, Study of Tasawuf

تصوف مذہب کی تعلیم وتشریح اور اطلاق وتنفیذ سے متعلق ایک مخصوص رجحان کا نام ہے۔ اس میں زیادہ زور اس تعلق کے براہِ راست شعور پر دیا جاتا ہے، جو اللہ اور اس کے بندے کے درمیان قائم ہے۔(1) یہی وجہ ہے کہ مذہب کے دائرہ میں اسے ذاتی نوعیت کے ایک مسلک اور عقیدہ کی حیثیت ہی حاصل رہی ہے۔ اس کے باوجود تصوف اور اس سے متعلقہ مباحث کی جڑیں اسلامی فکر وفلسفہ میں بہت گہرائی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اپنے نفس کو ارادۂ الٰہی کے تابع کرنا، رسول اللہ ﷺ سے خصوصی محبت وعقیدت، عقائد میں استحضار کی کیفیت، عبادات میں انہماک، حقیقت کی معرفت کا حصول، ترجیحِ آخرت، تعمیرِ ظاہر وباطن، اخلاقی اقدار کا فروغ، خدمتِ خلق، زُہد وتقویٰ

*لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ

**لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات

اور فقر و توکل ایسے صالح وارفع موضوعات مسلم تصوف کے خصائص ہیں۔ مسلم فکر میں تصوف کی تشکیل وتعمیر اور علمی میدان میں اس کے تعارف کا سہرا علامہ معروف کرخیؒ (م 201ھ)، حارث محاسبیؒ (م 243ھ)، بایزید بسطامیؒ (م261ھ)، حضرت جنید بغدادیؒ (م297ھ)، شیخ ابونصر سراج طوسیؒ (م378ھ)، شیخ ابوطالب حارثی اکملیؒ (م 386ھ)، شیخ ابونعیم اصفہانی ؒ (م 430ھ)، شیخ ابوالقاسم عبدالکریم قشیری نیشاپوریؒ (م465ھ)، سید علی ہجویریؒ (م470ھ)، امام غزالی ؒ (م505ھ)، امام ابن جوزیؒ (م505ھ)، شیخ عین القضا ہمدانیؒ (م525ھ)، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م561ھ)، شیخ فریدالدین عطارؒ (م620ھ)، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (م 632ھ)، معین الدین اجمیریؒ (م 633ھ)، بختیار کاکیؒ (م 633ھ)، شیخ محی الدین ابن العربی ؒ (م 638ھ)، شیخ سعد الدین حمویؒ (م 650ھ)، شیخ نجم الدین رازیؒ (م664ھ)، فریدالدین گنج شکرؒ (م 670ھ)، مولانا جلال الدین رومیؒ (م673ھ)، شیخ فخرالدین عراقیؒ (م 688ھ)، بوعلی قلندرؒ (م 724ھ)، شیخ عزالدین محمد بن علی کاشانی ؒ (م 735ھ)، مخدوم جہانیاںؒ (م785ھ) اور شیخ نورالدین جامیؒ (م898ھ) ایسے اساطینِ علم وعرفان کے سر ہے۔

تاریخی اعتبار سے تصوف فکرِ اسلامی کا ایک اہم گوشہ ضرور ہے، مگر تمام تر حسن وخوبی اور مقبولیت کے باوجود اس کی حیثیت ہر عہد میں متنازعہ رہی ہے۔ صوفیاء کے اختلافِ سلاسل اور تصوف میں غیر اسلامی عناصر کی آمیزش نے اس طرزِ فکر کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مختلف نظریات وثقافت رکھنے والی اقوام کے قبولِ اسلام سے مسلم تصوف میں بہت سے غیر اسلامی تصورات واعمال داخل ہوگئے۔ محافلِ سماع میں آلاتِ موسیقی کا رائج ہونا، شرائطِ مرشد کا مفقود ہو جانا، نظریۂ وحدت الوجود کی بعض غلط تعبیرات کا رائج ہونا، فنا وبقا کی غیر شرعی تعبیرات پر اصرار کرنا، موروثی خانقاہی نظام، نامناسب تاویلات پر اصرار کرنا، نت نئے طریقوں سے جسم کو اذیتیں دینا، گندگی وآلودگی کو ختم کرنے کی سعی نہ کرنا، ازدواجی زندگی کا خاتمہ، عزیزوں سے قطع تعلقی، فاقہ کشی، کائنات میں انسانی وجود کو ایک بے کار شے قرار دینا، نفس کشی، شریعت کے بجائے طریقت پر عمل کا اصرار، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے گریز، اخلاقی بے راہ روی، معاشی جدوجہد سے کنارہ کشی، گداگری کی ترغیب، حلال وحرام کی تمیز کا خاتمہ، دین ودنیا کی تقسیم کا نظریہ، حکومتِ الٰہیہ کے نفاذ سے پہلوتہی، ظالم حکمرانوں کی تائید، فکری جمود، تقلیدِ محض، لادینیت والحاد اور مرشد کی اندھی تقلید ایسے افکار ونظریات کے اثرات ہیں جن کو اسلام اور اس کے مزاج سے کوئی سروکار نہیں۔ مسلم تصوف کا حصہ بننے والے مذکورہ غیر اسلامی عناصر کی بیخ کنی کے لئے علمائے اسلام

نے علمی و عملی میدان میں بیش قیمت خدمات انجام دیں اور فکرِ اسلامی کی تحقیق، تنقیح اور تطہیر کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلم تصوف کی تطہیر اور پابندِ شریعت صوفیاء کے دفاع کے لئے جن علمی شخصیات نے اہم خدمات انجام دیں ان میں حضرت مجدد الف ثانی ؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور رواں صدی کے معروف علماء مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، سید مناظر احسن گیلانی ؒ، سید ابوالحسن علی ندویؒ، پروفیسر یوسف سلیم چشتی ؒ، مولانا صدرالدین اصلاحیؒ، ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلیؒ اور ڈاکٹر عبیداللہ فراہیؒ کے نام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان حضرات کی فکری بلندی قابلِ رشک اور علمی جرأت بے مثال تھی۔ انہوں نے صوفیاء کے کردار کو مسخ کر کے اسے مسترد کرنے کی تحریک کے جواب میں مستند مصادر اور بہتر دلائل سے ملت کی تعمیر میں صوفیاء کے کردار کی وکالت کی۔ برصغیر میں تصوف کی تفہیم، تطہیر اور اشاعت میں سید مناظر احسن گیلانی ؒ کا اسلوب و منہج بڑا قابلِ قدر اور اسباق کا حامل ہے۔ آپ کے مطالعہ تصوف کا تجزیہ دورِ حاضر کی ایک اہم علمی و فکری ضرورت ہے جس کی تکمیل کے لئے تحقیقی مضمون کے عنوان کے طور پر ''سید مناظر احسن گیلانی ؒ اور مطالعہ تصوف: ایک تجزیہ'' کا انتخاب کیا گیا ہے۔

سید مناظر احسن گیلانی ؒ (1892ء-1956ء) بیک وقت مفسر قرآن، محدث، سیرت و سوانح نگار، ماہر معاشیات، ماہر تعلیم اور عمل کی دولت سے مالا مال صوفی تھے۔ (2) آپ کے اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ، سید حسین احمد مدنی ؒ اور سید اصغر حسین ؒ کے اسمائے گرامی اہم ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر حمید اللہؒ اور ڈاکٹر یوسف الدینؒ ایسے نامور مصلحین کا استاد ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند اور جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن سمیت مختلف درسگاہوں میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ علاوہ ازیں آپ کچھ عرصہ رسالہ ''القاسم'' اور رسالہ ''الرشید'' میں معاون مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ نے سینکڑوں مضامین و مقالات لکھے، جو ''القاسم'' اور ''الرشید'' کے علاوہ ''صدق''، ''صدقِ جدید''، ''معارف'' اور ''الفرقان'' رسالوں میں شائع ہوئے۔ آپ نے اپنے علمی و تحقیقی مضامین اور متاثر کن طرزِ نگارش کی بدولت علمی حلقوں میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ نیز اجتہادی صلاحیتوں کے ذریعے دورِ جدید کے مسائل کے حل کے سلسلہ میں بھی مذہبی طبقہ میں منفرد شخصیت کے طور پر متعارف ہوئے۔ (3) آپ سے ایک گراں قدر علمی سرمایہ یادگار رہے۔ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ، اخلاق، فلسفہ، سوانح، منطق، کلام اور تصوف ایسے متنوع موضوعات پر آپ کی تحریریں آپ کے گہرے مطالعہ کی عکاس ہیں۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات اور مقالات کو موضوعات کے اعتبار سے اس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے:

قرآن وتفسیر: تدوین قرآن، تفسیر سورۃ الکہف

حدیث: تدوین حدیث

فقہ: مقدمہ تدوین فقہ

سیرت: النبی الخاتم ﷺ، ظہور نور یا نیا میلاد نامہ

تذکاروسوانح: ابوذر غفاریؓ، امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی، مجدد الف ثانیؒ، تذکرہ شاہ ولی اللہؒ،
سوانح قاسمی، سیرت بانی دارالعلوم،
بابا رتن ہندی

معاشیات : اسلامی معاشیات، اسلام اور نظام جاگیرداری وزمینداری

خودنوشت : احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن

خطوط : مکاتیبِ گیلانی مرتبہ مولانا منّت اللہ رحمانی، مونگیر، بہار، انڈیا، 1972ء

تصوف : مقالاتِ احسانی

کتب خانہ القاسم، دارالعلوم دیوبند)، علم کلام اور تصوف کا صحیح مقام (مقالہ در ہفت روزہ ''صدق''، لکھنؤ، 21 نومبر، 1935ء)، تقریظ مراقبات (ڈاکٹر میر ولی الدین کی کتاب ''مراقبات'' پر تقریظ، رسالہ معارف، اعظم گڑھ)، اکابر تصوف کا تصوف (مقالہ در مجلّہ ''سچ'' لکھنؤ، 16 دسمبر، 1932ء، ج: 8، ش: 49)، سچی باتیں (مقالہ در ہفت روزہ ''صدق جدید'' لکھنؤ، 24 اگست، 1951ء)، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا نظریۂ علم (مقالہ در ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، فروری، مارچ، 1945ء- دو اقساط)، ہندی تصوف اور ہندوستانی صوفیاء (مقالہ در ''پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت)

متفرقات: افاداتِ گیلانی (''الفرقان'' کا خاص نمبر)، ہزار سال پہلے، مضامینِ گیلانی، الدین القیم، مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، میرا مجوزہ تعلیمی خاکہ

مولانا گیلانیؒ کا مطالعہ تصوف

آپ ایک علمی شخصیت کے حامل تھے۔ مختلف علمی میادین میں آپ کی وسعتِ مطالعہ بے مثال تھی۔ تصوف کے ضمن میں شیخِ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور مولانا روم کے افکار کا مطالعہ آپ کا خصوصی ذوق تھا۔ تصوف سے متعلق آپ کے افکار کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ کی علمی جدوجہد کے دو رُخ تھے، ایک رُخ

صوفیاء کے دفاع سے متعلق جبکہ دوسرا رُخ ان کی اصلاح سے متعلق تھا۔اس ضمن میں ایک اہم مثال آپ کا ایک خط نما مضمون ہے۔رسالہ ''معارف'' میں مولانا عبدالسلام ندوی کے قلم سے تصوف کے موضوع پر مضامین کا ایک قسط وار سلسلہ شروع ہوا،اس میں تصوف کو مسترد کرنے کے لئے وہ ساری باتیں دہرائی گئیں جو علمائے ظاہر کی طرف سے عام طور پر کی جاتی ہیں اور صوفیائے کرام پر ہر ممکن طریقے سے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔اس موقع پر سید مناظر احسن گیلانیؒ نے مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کو ایک تفصیلی خط لکھا،اس خط کو مولانا دریابادیؒ نے مضمون کا عنوان دے کر رسالہ ''صدق'' میں شائع کردیا۔یہ خط صوفیاء کے دفاع میں ایک لاجواب تحریر ہے اور ایسے قیمتی نکات پر مشتمل ہے جن کا سمجھنا تصوف کی تفہیم وتعبیر کے لئے ازحد ضروری ہے۔مولانا گیلانیؒ تصوف اور اہلِ تصوف کے دفاع کے لئے سیرت النبی ﷺ سے استشہاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ لوگ جو صوفیائے کرام کی عملی زندگی کے بعض حصوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں،وہ اپنے سامنے تنقید کے وقت محض صحابہ کرامؓ کی زندگی ہی کو کیوں رکھتے ہیں،حالانکہ بہتر تو یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ وہ اس اسوۂ حسنہ کی روشنی کو بھی اوجھل ہونے نہ دیتے،جس کے متعلق ''**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ**'' کا اعلان آسمان سے سن چکے ہیں،ان تمام مضامین اور کتابوں میں یہ امر بطور قدرِ مشترک کے پاتا ہوں کہ تصوف کی تنقید کے وقت صحابہ کرامؓ کو تو دیکھتے ہیں،لیکن خدا جانے ٹھیک اس وقت کیوں مربی اعظم،ہادی اعظم (رسول اللہ ﷺ) سے آنکھیں بند کرلی جاتی ہیں،حالانکہ اگر ہماری نظریں دونوں طرف ہوتیں تو بہت کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکتا تھا۔آپ خیال تو کیجئے کہ کتنی آسانی کے ساتھ چلہ کشی کی بدعت کی گیند اچھالی جاتی ہے،لیکن قطع نظر اس سے کہ خود 'فبھداھم اقتدہ' کے قانون عائد کرنے والے قرآن نے موسیٰؑ جیسی جلیل القدر پیغمبرانہ فطرت والی شخصیت کے لئے بھی 'مناجاتِ رب' کے مقام پر سرفراز ہونے کے لئے اربعین (چلہ) کی میعاد مقرر کی،مانا کہ صوفیوں کی اربعین بے معنی سہی،ابلہی اور خودکشی سہی لیکن قرآن کی اس اربعین کی کیا حکمت ہے۔''(4)

خانقاہی نظام کی ضرورت واہمیت کی وضاحت کے لئے آپ کا اسلوب کتنا دلنشین ہے،اس کا اندازہ آپ کے ان الفاظ سے بخوبی ہوجاتا ہے:

''جب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہوگیا تو اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا ذریعہ معاش قبل فتح خیبر کیا تھا،جو سن ۷ھ میں فتح ہوا،کیا آنحضرت ﷺ نے اپنے پیغمبرانہ عہد میں کوئی معاشی ذریعہ اختیار کیا،کوئی کسب کیا،کوئی نوکری کی؟ کیا کیا؟ آخر آپ ﷺ کی زندگی کس طرح گزرتی تھی،حضرات مشائخ کرامؒ کی عملی

زندگی کے سوا اس کا جواب اور کیا ہوسکتا ہے، فقر تھا، فاقہ تھا اور اگر کسی صحابی نے کچھ بھیج دیا تو اسے بھی لے لیا، کیا آنخضرت ﷺ کی معاشی زندگی کی، بعد وفات خدیجۃ الکبریٰؓ کوئی اور تشریح ہوسکتی ہے۔ نبوت کے بعد آنخضرت ﷺ کی زندگی میں جہاں صوفیانہ معاش کا یہ بین ثبوت ملتا ہے، اسی کے ساتھ صبح سے شام تک دربارِ رسالت میں حاجتیوں کا دعا کے لئے آنا، لوگوں کا اپنے بچوں کو سامنے لانا، ان کے سر پر ہاتھ رکھوانا، ان کے لئے تحلیک (یعنی کھجور وغیرہ چبا کر آپ ﷺ دیتے تھے اور تبرکاً وہ لڑکوں کو چٹائی جاتی تھیں) آپ کی ایک ایک چیز کو تبریک بنا کر رکھنا، دور دور سے مہمانوں کا آنا، ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنا، خود صحابہ سے ان کی نگرانی کرنی یا کرانی، کیا اسی سماں کو نہیں پیش کرتا، جو آج ہم اسلامی خانقاہوں میں دیکھتے ہیں یا دیکھتے تھے۔''(5)

تصوف سے آپ کی گہری دلچسپی کا مظہر چھ مقالات پر مشتمل آپ کی تصنیف ''مقالات احسانی'' ہے۔ اس میں تصوف سے متعلق مختلف مباحث پر نقد ونظر کی گئی ہے۔ امام غزالیؒ، ابن تیمیہؒ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ ایسی علمی شخصیات کے افکار ونظریات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں طریقۂ غزالیہ، اختلافِ سلاسل، اطلاقی تصوف اور مجالس الشیخین ایسے خالص صوفیانہ موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مذکورہ کتاب کی نوعیت، اہمیت اور حساسیت اس تبصرے سے واضح ہے جو مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ نے اس کتاب کے ضمن میں لکھا۔ تبصرہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''مولانا گیلانیؒ کا قلم کیا تھا ایک ابرِ گہر بار تھا کہ جس موضوع کی طرف رخ کیا تحقیق والکشافات، اسرار وحقائق اور علم وفکر کے چمن کھلاتا چلا گیا۔ ایک مرتبہ تصوف کی طرف متوجہ ہوئے تو اطلاقی تصوف کے نام سے ایک نہایت بیش قیمت اور بصیرت افروز مقالہ اور شرعی حیثیت اور ان کے باہمی اختلافات کے وجوہ اسباب کے تجزیہ وتحلیل کے بعد یہ ثابت کیا کہ تصوف کی اصل غرض وغایت اس صفت احسان کا پیدا کرنا ہے جس کا ذکر قرآن میں ضمناً واشارۃً اور حدیث میں بلاواسطہ اور صراحۃً ہے اور اس صفت کا حصول تصوف کے مروجہ طریقوں کے اوپر موقوف نہیں ہے۔ صفتِ احسان کے حصول کا یہ طریقہ دل وجان سے احکامِ شریعت کی پابندی ہے۔ مولانا نے اس کا نام اطلاقی تصوف رکھا ہے۔''(6)

تصوف کے موضوع پر ہی لکھی جانے والی آپ کی دوسری کتاب ''کائناتِ روحانی'' ہے۔ آپ کے صوفیانہ انہماک اور جذب کی کیفیت کا اظہار اس کتاب کا ایک غالب تاثر ہے۔ آپ کی رائے میں ظاہری کائنات کے ساتھ ساتھ ایک روحانی کائنات بھی اپنا وجود رکھتی ہے۔ آپ روحانی کائنات کے حسن کو قائم اور بحال رکھنے کے

لئے بندۂ مومن کو ہر وقت متحرک اور فعال رکھنا چاہتے ہیں۔آپ باطنی علم کو بندوں کے لئے بڑا مفید قرار دیتے ہیں۔آپ کے مطابق باطنی تزکیہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح ظاہری زندگی کے لئے صفائی ستھرائی کا انتظام کیا جاتا ہے۔''کائناتِ روحانی'' کا طرزِ نگارش اور اسلوب آپ کے اس بیان سے واضح ہے:

''یہ کیسا دعویٰ ہے کہ انسان کے دانت میں نہیں، بلکہ خود اس کے اندر اگر ہمیشہ کے لئے تباہ کرنے والی چیز اٹک جائے تو اس ساری کائنات میں اس کا کوئی علاج نہیں آخر یہ کس دیوانے نے کہا اور کن ابلہوں نے باور کیا۔کہ ہمارے جوتوں کے میل صاف کرنے کے لئے تو اسی عالم میں ہزاروں سامان موجود ہیں۔لیکن اگر خود ہم پر گرد پڑ جائے اور ہمارے اندر میل بیٹھ جائے تو اس کے لئے فیاض قدرت نے کچھ نہیں لکھا۔خدانخواستہ اگر ایسا ہے تو پھر قدرت کی بے مثال فیاضی جس کا ظہور ذرہ ذرہ میں بدیہی طور پر محسوس ہو رہا ہے۔کیا ایسا لفظ ہے۔جو کبھی شرمندہ معنی نہیں ہوا۔''(7)

مولانا گیلانی ایک اہم علمی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی بھی تھے اور ان پر جذب کی کیفیت کا غلبہ رہتا تھا۔اس امر کی تصدیق و توثیق آپ کے شاگرد مولانا غلام محمد نے ان الفاظ میں کی ہے:

''ان کے لڑکپن اور نوجوانی کو دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ان پر ابتدا ہی سے وارفتگی کی شان طاری تھی جو بے ساختہ ہونے کی وجہ سے نہایت دلفریب تھی علمی وفکری مقالات میں حضرت جس قدر ہوشیار تھے عام امور میں اسی قدر بھولے بھالے، مالی نقصانات بھی اٹھاتے مگر کھو کر بھی ہمیشہ بے فکر ہی رہتے۔''(8)

مجذوبیت کی اس کیفیت کو ان الفاظ میں منکشف کیا گیا ہے:

''جذب الٰہی کی دولت پہلے ملی تھی، پھر مقامات سلوک طے فرمائے تھے اور اس غرض کے لئے دوران طالب علمی ہی میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے دست گرفتہ ہو گئے تھے مگر علمی مشاغل کی وجہ سے اس وقت روحانی استفادہ کا موقع نہ مل سکا اور حضرت شیخ الہندؒ رحلت فرما گئے۔''(9)

آپ عارف باللہ تھے۔سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ چشتیہ، دونوں سے کسبِ فیض کیا۔مولانا ظفیر الدین مفتاحیؒ روحانیات اور سلوک کے حوالے سے آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''میں نے بارہا محسوس کیا کہ مولانا مرحوم میں بے پناہ کشش ہے۔مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے والا کھلے طور پر محسوس کرتا تھا کہ دل ان کی طرف کھچا چلا جا رہا ہے۔بالخصوص جب نماز فجر کی امامت میں مولانا قرأت کرتے تھے۔تو ایسا معلوم ہوتا تھا، دل کھچ کر مولانا کے پاس چلا گیا، دل کا تھامنا مشکل ہوتا تھا۔اور جی چاہتا تھا کہ

مولانا لمبی سے لمبی قرأت فرماتے رہیں اور ہم مقتدی سنتے رہیں۔ جو لذت مولانا کے پیچھے فجر کی نمازوں میں ملتی تھی، یاد نہیں پڑتا کہ وہ لذت و کیفیت کہیں اور طرح محسوس طور پر حصہ میں آئی ہو۔" (10)

زُہد و تقویٰ اور عبادات میں انہماک کے حوالے سے مولانا گیلانیؒ کی اسی کیفیت کے بارے میں سید ابوالحسن علی ندوی کا بیان ملاحظہ ہو:

"اگر نماز کا وقت آجاتا، تو مولانا حاضرین یا صاحب خانہ کے اصرار سے مصلّے پر تشریف لے جاتے، ان کی قرأت میں بڑا سوز اور حلاوت تھی، قلب پر اس کا اثر پڑتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ قرأت طویل ہو۔" (11)

مولانا گیلانیؒ نے خلافت مل جانے کے باوجود مرشد بننے سے اعراض فرمایا۔ مولانا ظفیر الدین مفتاحیؒ کا بیان ہے کہ وہ مولانا گیلانیؒ سے ملاقات کے لئے گئے تو حیدرآباد کے کچھ واقعات مولانا گیلانیؒ سنانے لگے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

"ایک زمانے میں میری تقریر حیدرآباد میں بڑی مقبول تھی۔ اور میری تقریر میں بڑا مجمع ہوا کرتا تھا۔ مسجد میں جمعہ کے دن مجمع کی گرویدگی کا عالم عجیب ہوا کرتا تھا۔ لوگ عقیدت سے ٹوٹے پڑتے تھے، بہت سارے لوگ آئے، اور خود پیشکش کی بلکہ اصرار کیا کہ میں انہیں بیعت کرلوں، مگر انکار کردیا کرتا تھا۔ مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ کبھی کبھی دل میں آتا تھا کہ لاؤ ان اصرار کرنے والوں کو بیعت کرلوں۔ اس میں عیب ہی کیا ہے۔ مگر رات میں جب یکسوئی ہوتی تو سوچتا کہ پتہ نہیں کل قیامت میں اپنا معاملہ ہی کیسے طے پائے گا۔ اور کیا پیش آئے گا، دوسروں کا بوجھ کیوں اپنی گردن پر ڈالنے کا ارادہ کروں۔ پھر بیعت کرنے کے خیال کو غلط وسوسہ قرار دے کر علیحدہ ہو جاتا۔" (12)

مولانا گیلانیؒ کی للّٰہیت اور خلوصِ نیّت کا تذکرہ مولانا مفتاحیؒ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"مولانا گیلانیؒ کو قدرت کی طرف سے جو دل عطا کیا گیا تھا، وہ بہت پاکیزہ صاف ستھرا، اور نفس و نفسانیت سے خالی تھا۔ پھر تربیت پائی مولانا نے مولویانہ ماحول و عالم خاندان میں، اس نے اور بھی نکھار پیدا کردیا پھر جس دور میں آپ پیدا ہوئے وہ آج کے دور سے بہت مختلف اور اخلاق و اخلاص سے بھرپور تھا۔ انسانوں میں عام طور پر خوف وخشیتِ الٰہی طبعاً پائی جاتی تھی، ابتدائی اور انتہائی تعلیم کے زمانے میں ایسے اساتذہ حصہ میں آئے جو اخلاص عمل اور للّٰہیت میں بڑا اونچا اور امتیازی مقام رکھتے تھے ان کی صحبت اور تعلیم و تربیت نے بھی مولانا کے باطن کو جلا بخشنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔" (13)

آپ نے مختلف مشائخ کے صوفیانہ افکار و نظریات کے مطالعے سے بڑے مثبت اثرات اور فیوض حاصل

کئے۔شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے نسبتِ ارادت قائم کی ۔(14) آپ اپنے شیخ سے اپنی نسبت کی وضاحت اس خوبصورت اور پرُعقیدت طریقے سے کرتے ہیں کہ آپ کی صوفیانہ فکر اس سے پوری طرح عیاں ہوتی ہے۔مولانا کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''حضرت والا کے حلقۂ درس میں دوسروں کے ساتھ حاضری کا موقع میرے لئے بھی آسان کیا گیا اور صورتِ حال ایسی پیش آگئی کہ بیعت کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کے دست حق پرست تک پہنچا دیا گیا۔ورنہ اپنی سابقہ ولاحقہ زبوں حالیوں کو جب سوچتا ہوں کہ یہ کیسے ہوا؟ حضرت کے تلامذہ میں کہاں امام کشمیریؒ اور شیخ مدنیؒ اور انہی جیسے اجلّہ اکابر شریک ہیں۔اسی طرح روحانی تربیت یافتوں میں خدا ہی جانتا ہے۔کتنے بڑے بڑے مقبولان بارگاہ الٰہی ہوں گے۔''(15)

مولانا گیلانیؒ عجز وانکسار کا پیکر تھے۔اپنے روحانی درجہ کو عیاں نہیں کرنا چاہتے تھے ۔اپنے آپ کو چھپاتے تھے ۔اس کا ایک خوبصورت اشارہ ہمیں اس خط سے ملتا ہے جو انہوں نے سید سلیمان ندویؒ کے خط کے جواب میں ارسال کیا۔الفاظ ملاحظہ ہوں:

''ہم لوگوں نے دماغ سے اتنا کام لیا کہ دل بالکل مردہ ہو کر رہ گیا اس عمر میں اگر دوسری راہ پر رہتا تو کیا کچھ حاصل نہ کر لیتا۔لیکن ''آہ کہ روز گارم بسر شلمد بہ نادانی۔''(16)

مولانا گیلانیؒ کی صوفیانہ طبیعت کے مختلف پہلوؤں کے تذکرہ کے بعد آپ کی فکر کا جائزہ تزکیۂ نفس، فقر وزہد، ذکر ومراقبہ، علم باطن، مجاہدہ، مشاہدۂ حق اور تصورِ شیخ کے عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

1-تزکیۂ نفس:

بعض صوفیاء نفس کو برائی کا منبع قرار دیتے ہیں۔(17) یہی وجہ ہے کہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ نفس جس چیز کی بھی خواہش کرے انسان کو چاہئے کہ اس کی مخالفانہ روش اختیار کرے۔(18) اس تصور کی روشنی میں صوفیاء کی اکثریت نے نفس کشی کی تعلیم دی ہے اور اس ضمن میں مختلف طریقوں کو رواج دیا ہے۔مولانا گیلانیؒ نے تزکیۂ نفس کے لئے نفس کشی کا راستہ اختیار کرنے کی مخالفت کی ہے۔ان کے نزدیک نفس کشی انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کر سکتی ہے۔اس ضمن میں آپ کا بیان ملاحظہ ہو:

''انسانیت کا معکوس فلسفہ جو دنیا پر چھایا ہوا ہے۔اب تو اس کا سمجھنا بھی آسان نہیں ہے۔بہر حال سمجھ میں آئے نہ آئے۔بات یہ ہے کہ مذہب کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں بجائے اپنی مرضی

اوراپنے دماغی مشوروں کے حق تعالیٰ کی اس مرضی کی پابندی کی جائے جس کا اظہار پیغمبروں کے ذریعہ سے فرما تا رہا ہے۔جس کی کامل ترین محفوظ ترین شکل کا نام قرآن اوراسلام اور محمد ﷺ کی زندگی ہے۔خدا کی مرضی جب اپنی مرضی سے ٹکرانے لگے اس وقت خداہی کی مرضی کی رہنمائی قبول کرکے اسی کے تحت اپنے آپ کوڈال دینا اسی کی مشق کا اصطلاحی نام ہمارے بزرگوں میں یہ تھا کہ نفس کی خلاف ورزی کی مشق بہم پہنچانی چاہئے۔"(19)

دراصل آپ تصوف میں شامل ہوجانے والے غیر اسلامی عناصر کو ناپسند کرتے تھے۔آپ ان اقدامات کے قائل تھے جوقرآن وسنت کی حدود کے اندر ہوں۔

2- فقروزُہد:

فقروزُہد کوصوفیانہ زندگی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔عمومی طور پرصوفیانہ طرزِفکر میں اس سے مراد ترکِ دنیالیا جاتا ہے۔بعض صوفیاء کا یہ مؤقف سمجھا جاتا ہے کہ دنیااورخدا کی محبت، دونوں، ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں، اس لئے آخرت کی طلب رکھنے والے کے لئے دنیااوراس کے متعلقات کوترک کرنا بہت ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض صوفیاء نے خدا کی خوشنودی کوحاصل کرنے کے لئے ترک دنیا کوبنیادی شرائط میں رکھا ہے۔ان افکار کے برعکس مولانا گیلانی ؒ کے نزدیک تصوف میں ترکِ دنیا اصلاً مقصود نہیں بلکہ اس کے معنی غیراللہ سے قطع تعلق کے ہیں۔فقروزہد کی وضاحت آپؒ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے:

"اورادووظائف کے سلسلے کوآپ دراز سے دراز کرتے چلے جاتے ہیں۔اللہ میاں غترخوانی سے آدمی کے قابونہیں آتے، اپنے حول وقوت سے جوخالی ہوکران کے قدموں میں گرگیا، وہی اٹھایا جاتا ہے۔کاش جن اور بھوت سے آدمی جتنا ڈرتا ہے۔اللہ میاں کواتنا بھی تو اپنے آگے پیچھے اوپر نیچے جانتا۔"(20)

مولانا گیلانی ؒ نے بندوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑی خوبصورتی سے واضح کیا۔اس کے ساتھ ساتھ عقیدۂ رسالت کا اعادہ کیا، الفاظ وانداز ملاحظہ ہوں:

"اپنے سردار، بندوں کوخدا سے ملانے والے خاتم المرسلین ﷺ کی آنکھوں سے دیکھیے۔**اینما تولوا فثم وجہ اللہ** "جدھر اپنا رخ موڑوگے خدا کا چہرہ تمہارے سامنے آجائے گا۔اپنی آنکھوں سے زیادہ اپنے پیغمبر ﷺ کی آنکھوں پر بھروسہ کرنے والے، یونہی جب جی چاہے خدا کے چہرے کواپنے سامنے پاتے ہیں، خدا آپ کو یاد ہے خدا آپ کودیکھ رہا ہے۔ذرا اس کی مشق اپنے پیغمبر ﷺ کی یافت کے تابع ہوکر کیجئے۔سب کچھ آپ کو مل جائے گا۔"(21)

رسالت کے ذریعے رسائی حق کی منزل کوپالینے اور بامراد ہوجانے کے لئے مولانا گیلانی ؒ نے دوٹوک

مؤقف اختیار کیا ہے۔وہ اعمال واطوار کو نبوی منہج کے تابع کرنے کا درس دیتے ہیں۔تمام آستانوں سے بڑھ کر آستانۂ رسول ﷺ کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔اور اپنے آپ کو حکم نبوی ﷺ کا پابند کر دینے کو ہر قسم کے زُہداور فقیری سے بالا سمجھتے ہیں۔مولانا گیلانیؒ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ سے محبت ہی فقر وزُہد کی معراج ہے۔الفاظ ملاحظہ ہوں:

''محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن کو تھام لیجئے۔جو کچھ انہوں نے سکھایا اس کے سواطے کر لیجئے کہ اس راہ میں اور کسی سے کچھ سیکھنا نہیں ہے۔آپ کا سلوک طے ہو گیا خدا آپ کو مل گیا،اب چین کیجئے،آپ مانگتے چلے جائیں گے وہ دیتا چلا جائے گا۔''(22)

بعض مروجہ افکارِ تصوف کے برعکس مولانا گیلانیؒ نے تعلق باللہ،اطاعتِ رسول ﷺ اور حُبّ رسول ﷺ کو فقر وزُہد کی بنیاد قرار دیا ہے۔اس مثالی منزل کو پانے کے لئے کسی بناوٹی سرگرمی کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے براہِ راست رابطہ ناگزیر ہے۔

3-ذکر ومراقبہ:

ذکر ومراقبہ کو تصوف میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ذکر کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر عبید اللہ فراہی لکھتے ہیں:

''ذکر کے معنی کسی چیز کو یاد کرنے یا کسی بھولی ہوئی بات کو ذہن میں تازہ کرنے اور اسے ملحوظِ خاطر رکھنے کے ہیں۔چنانچہ غفلت یا نسیان کے سبب اگر انسان کوئی چیز چھوڑ بیٹھے یا کسی امر کے ملحوظ رکھنے کا خیال اس کے دل سے جاتا رہے تو اسے دوبارہ عمل میں لانے کو ذکر کہیں گے۔اسی بنیاد پر ان چیزوں کو بھی ذکر کہا گیا ہے جو انسان کو اس کی بھولی ہوئی باتیں یاد دلانے والی اور اس کے کھوئے ہوئے عمل کی طرف اسے متوجہ کرنے والی ہیں جیسے قرآن اور دیگر صحف آسمانی اور جیسے خدا کی یاد کے لئے نماز،نیز کارِ نبوت۔لیکن تصوف میں ذکر کا اتنا وسیع مفہوم نہیں ہے بلکہ یہ جذب وشوق کی کیفیت پیدا کرنے کا ایک وسیلہ یا استغراق اور وجد و بے خودی کا ایک آلہ ہے جس کے ذریعے ذکر کرنے والا خود کو ذاتِ حق میں گم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح وہ اپنے خیال میں اس سے قریب تر ہو جاتا ہے۔گویا قرب ومعیت اور اتصال کا شوق ہے جو ذکر کے پیچھے کام کر رہا ہے۔چنانچہ اسمائے الٰہی یا ان کے ضمائر کی زبان پر تکرار اور قلب میں ان کا اثبات اسی شوق بے پایاں کی تکمیل کے لئے ہے اور اسی کا نام تصوف میں ذکر ہے۔''(23)

اہلِ تصوف میں ذکر کے دو طریقے معروف رہے ہیں یعنی ذکر جلی یا جہری اور ذکر خفی یا سرّی۔ مولانا گیلانیؒ ہر دو قسم کے اذکار کے قائل ہیں۔ وہ ذکر کو حلاوتِ ایمانی کی شرط قرار دیتے ہیں اور ذکر میں تعطّل یا وقفہ کو حلاوتِ ایمانی میں کمی اور کمزوری خیال کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''سارے ذکری ذوق شوق ولولے اور شورش اس وقت تک تر و تازہ رہتے ہیں۔ جب تک ذاکر، ذکری وفکری مشاغل کو بھی تر و تازہ کرتا رہے۔ خدانخواستہ اگر کسی وجہ سے ان میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو جیسی اور جتنے دن کی رکاوٹ ہوگی اسی نسبت سے ذکری کیفیات کی شدت میں بھی ضعف اور ذوق وشوق کی لذت کم ہوتی جاتی ہے۔''(24)

آپ کے نزدیک کثرتِ ذکر سے کشف کی علامات بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ آپ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''غلبۂ ذکر سے جو یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔ بسا اوقات اس کی وجہ سے کشف وکرامات جیسی چیزوں کا صدور بھی ہونے لگتا ہے۔''(25)

آپ ذکر کی مختلف صورتوں کے قائل ہیں مگر مراقبہ کو اضافی چیز خیال کرتے ہیں۔

4- علم باطن:

صوفیانہ طرزِ فکر میں علم باطن کی ماہیت، نوعیت اور اطلاق کے بارے میں مختلف ادوار میں مختلف شخصیات نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک بعض علوم پوشیدہ راز کی شکل میں ہوتے ہیں جنہیں صرف معرفتِ الٰہی کے حامل ہی جانتے ہیں۔ یہ علوم ''علم باطن'' سے ہی ماخوذ ہوتے ہیں۔ (26) جب کہ شیخ ابوطالب مکی کی رائے میں یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی طرف رغبت کرنے والے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے۔ یہ نافع علم خالق ومخلوق کے درمیان براہِ راست گفتگو کا نتیجہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس علم کی حدود غیر متعین ہوتی ہیں۔ (27)

مولانا اشرف علی تھانویؒ اس علم کو جزوِ شریعت قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ علم باطن خود ایک شعبہ ہے علم شریعت کا، کیونکہ شریعت نام ہے اصلاح ظاہر و باطن کے طریقہ کے جاننے کا۔ اصلاح ظاہر یہ ہے کہ اقوال وافعال درست کرے۔ اصلاح باطن یہ کہ عقائد واخلاق درست کرے، سو یہ سب شریعت نے مفصل طور پر بتلایا ہے۔ (28)

مولانا گیلانیؒ علم باطن کی اہمیت کے خوب قائل ہیں۔ ان کے خیال میں جس طرح ظاہری زندگی اور کائنات ہے بالکل اسی طرح ایک روحانی کائنات بھی وجود رکھتی ہے۔ اسی لئے وہ ظاہری زندگی کے ساتھ ساتھ باطنی زندگی کی اصلاح پر زور دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ باطن کی اصلاح کا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود ہی کر رکھا ہے۔

مولانا کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

آپ کی فکر کے مطالعے سے یہ بات سے ظاہر ہے کہ علم باطن روحانی تسکین کا ذریعہ ہے۔ وہ قرآن مجید کو علم باطن کا ماخذ خیال کرتے ہیں۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

''قرآن مجید ایک مستقل عالم ہے۔ اور کائناتِ مادی کے مقابلہ میں اس کے آیات وسور کائناتِ روحانی ہیں۔''(29)

دراصل مولانا گیلانیؒ نے صوفیاء کی فکر کو قرآن وسنت کے پیغام کا عکس ہی خیال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم باطن کی تشریح وتوضیح کے لئے انہوں نے شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی مصادر یعنی قرآن وحدیث سے راہنمائی حاصل کی۔

5- مجاہدہ:

تصوف کے بارے میں عمومی تاثر یہ ہے کہ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان دنیاداری سے رغبت نہ رکھے یا اس جذبے کو کم سے کم درجے پر لے آئے۔ اس تاثر کی بنیاد بعض صوفیاء کا یہ نظریہ ہے کہ دنیا اور اس سے متعلقہ چیزوں سے مکمل لاتعلقی کے بغیر حق شناسی کا امکان نہیں ہے۔ اسی تصور کی بنا پر مجاہدے کے مختلف طریقے رواج پا گئے اور نفس کشی کو افضل اعمال میں شمار کیا جانے لگا۔ لہٰذا کئی روز تک بھوکا رہنے کو مخصوص طبقۂ صوفیاء میں تقویٰ قرار دیا گیا۔ ان افکار کے برعکس مولانا گیلانیؒ نے نفس کشی اور نام نہاد مجاہدہ کے غیر اسلامی طریقوں کی شدید مخالفت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اسلام میں مخالفت نفس کی بذات خود کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس کی قیمت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے۔ جب اسی مخالفت کو رضائے حق کی موافقت کا ذریعہ بنایا جائے۔''(30)

آپ نے غلط طریقوں کی مخالفت جبکہ درست طرزِ عمل کی حوصلہ افزائی کی ہے مثلاً آپ کی رائے میں سلسلۂ چشتیہ کے بعض طریقے قرآنی فکر کے عین مطابق ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''ایجابی مجاہدات کے سلسلہ میں ان کا سارا زور اس یقین کی پیدائش پر مرکوز تھا جو قرآن سے پیدا ہوتا ہے۔''(31)

مجاہدہ کی حیثیت ونوعیت اور اس کے مفہوم کی مزید وضاحت آپ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے:

''ان سارے تماشوں سے سب کچھ ہوسکتا ہے، آدمی ہوا پر اڑ سکتا ہے، پانی پر چل سکتا ہے، دلوں کے

بھید بتا سکتا ہے۔لیکن معمّہ کائنات کے یعنی حل کی جو قدرتی راہ ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ خالق کائنات کی مرضی کا یافت کا جو طبعی طریقہ ہے۔اس سے بے تعلق ہونے کے بعد یقین وسکینت کی کیفیت سے وہ اسی طرح محروم رہے گا جیسے ایک عام آدمی کا حال ہے۔اور یہی ایک چیز ہے جو قرآن کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے کسی کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔''(32)

6-مشاہدۂ حق:

مباحثِ تصوف میں مشاہدۂ حق ایک اہم موضوع ہے۔صوفیاء مشاہدۂ حق کے لئے مختلف قسم کی مشکلات کو برداشت کرتے ہیں اور مختلف قسم کی چلہ کشیاں کرتے ہیں۔اس تصور کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا گیلانی ؒ لکھتے ہیں:

''مشاہدہ کا تعلق ہمیشہ محسوسات سے ہوتا ہے۔خواہ کسی حس سے ہو۔لمسی، سمعی، بصری، شمسی، ذوقی سے تعلق رکھنے والے تو مشاہدات رہے اور مکاشفہ کا تعلق ہمیشہ معانی سے ہوتا ہے۔''(33)

عمومی طور پر مشاہدۂ حق کے لئے دنیا سے بیزاری و بے رغبتی نیز بھوک اور پیاس برداشت کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔دراصل آپ نے اس تصور کی وضاحت کر کے ان جیسی بہت سی غلط تعبیرات کا راستہ روک دیا ہے جو بعض صوفیاء اور ان کے متعلقین میں پائی جاتی ہیں۔

7-تصورِ شیخ:

تصوف میں ''شیخ'' کی اصطلاح پیرومرشد کے لئے استعمال ہوتی ہے۔یقیناً فرد کی شخصیت کی تعمیر میں شیخ کی تربیت کا بہت زیادہ دخل ہے۔مگر مروجہ تصوف میں اس تصور کو بعض حضرات نے درست طور پر نہیں سمجھا اور شیخ کو بعض صورتوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بھی برتر درجہ دے دیا جاتا ہے۔اور بعض حضرات کے نزدیک شیخ کی صحبت اختیار کرنا فرض کے درجہ میں سمجھا جاتا ہے۔مثلاً شیخ ابونصر سراج طوسی کے نزدیک مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سارے علم کو فراموش کر دے اور اپنے مرشد کی ہر بات کو قبول کرے۔اس جذبہ کے بغیر اپنے مرشد کی صحبت کا خیال دل میں لانا بہت بڑی غلطی ہے۔(34)

بعض صوفیاء کی آراء کی عدمِ تفہیم کی بنا پر بعض حضرات نے تصورِ شیخ کی درست تعبیر کو سمجھنے میں اغلاط کی ہیں جس وجہ سے یہ تصور افراط وتفریط کا شکار رہا ہے۔مولانا گیلانی ؒ نے اپنے مشاہدات اور تجربات کے ذریعے اس

تصور کی وضاحت کی ہے۔خصوصاً اپنے پیر و مرشد شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ساتھ اپنے قلبی و روحانی تعلق کی مختلف منازل کو بیان کرتے ہوئے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس سے شریعتِ اسلامیہ میں شیخ کے تصور کی وضاحت ہوتی ہے۔آپ نے بیعت کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی، باطنی امراض کا ذکر کیا، طریقت و شریعت کی حدود کا تعین کیا۔یہ واضح کیا کہ مرید کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے علم کو فراموش کر دے۔آپ نے یہ نصیحت کی ہے کہ اگر شیخ کی صحبت قرآن و سنت کے منافی رجحان رکھتی ہو تو ایسی صحبت کو اختیار نہیں کرنا چاہئے۔(35)

تمام گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ سید مناظر احسن گیلانیؒ نے مختلف علوم دینیہ میں خدمات انجام دیں۔تصوف بھی ان کی دلچسپی کا ایک اہم موضوع رہا ہے۔اس امر کا اندازہ ان کی دو معروف کتب یعنی ''مقالاتِ احسانی ''اور'' کائناتِ روحانی'' کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔آپ مجذوب سالک تھے۔آپ نے تصوف سے متعلق مسلم فکر کی بہترین وضاحت کی اور اس ضمن میں غیر مسلم فکر کے ان اثرات کو ختم کرنے کی کوشش کی جو مسلم تصوف پر بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر پڑ رہے تھے۔آپ نے مختلف طریقوں سے جسم کو اذیّتیں دینے، فاقے کرنے، شریعت کے بجائے طریقت پر اصرار کرنے، مرشد کی اندھی تقلید کرنے، دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے اور بلا وجہ بھوک و پیاس برداشت کرنے کے رویّوں کی شدید مخالفت کی۔اس ضمن میں قرآن و سنّت سے استشہاد سمیت عقلی دلائل سے کام لیا۔یوں آپ نے مسلم صوفیانہ فکر کی اصلاح اور باشرع صوفیاء کے دفاع کا فریضہ انجام دیا۔آپ کی یہ جدوجہد صرف تصنیف و تالیف کے میدان میں ہی نظر نہیں آتی بلکہ آپ عمل کے میدان میں بھی ایک پابندِ شریعت صوفی تھے۔

حواشی و حوالہ جات

1- ملاحظہ ہو: القشیری، نیشاپوری، ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن (م465)، الرسالۃ القشیریہ، مصر، 1304ھ، ص165

فراہی، عبیداللہ، ڈاکٹر، تصوف: ایک تجزیاتی مطالعہ، دارالتذکیر، اردو بازار، لاہور، 2001ء، ص11

2- سید مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی پرورش و پرداخت کا بڑا حصہ اپنے ددھیال موضع ''گیلانی''، ضلع پٹنہ، انڈیا میں گزارا۔آپ کے نام کے ساتھ لفظ گیلانی کا اضافہ اسی بستی کی نسبت سے ہے۔ملاحظہ ہو:

فیوض الرحمٰن، قاری، مشاہیر علماء دیوبند، المکتبہ العزیزیہ، 13-اردو بازار، لاہور، 1976ء، ص598

3- ملاحظہ ہو:

فیوض الرحمٰن، قاری، مشاہیر علماء دیوبند، ص376

ہفت روزہ ''صدقِ جدید''، ج:6،ش29،لکھنؤ، 15جون، 1956ء،ص1

رضوی،محبوب،سید،تاریخ دارالعلوم دیوبند،جید پریس بلیماراں، دہلی،1978ء،ص128

گیلانی،مناظراحسن، سید(م1956ء)،احاطہ دارالعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن،مکتبہ حمادیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی، س۔ن،ص119

دریابادی،عبدالماجد،مولانا(م1977ء)،بیسویں صدی کے اسلامیت کے ممتاز شارح، ان کے فکر کا تجزیاتی مطالعہ،مرتب: محمد موسیٰ بھٹو،سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ 400بی،لطیف نمبر4،حیدرآباد، سندھ، جولائی، 2005ء، ص129-130

4- گیلانی،مناظراحسن،سید،ہفت روزہ صدق لکھنؤ، 21نومبر،1933ء

5- م۔ن

6- سعیداحمد،اکبرآبادی،مولانا، برھان، ماہنامہ، دہلی، بھارت، اپریل،1960ء،ص255-256

7- گیلانی،مناظراحسن،سید، کائناتِ روحانی، کتب خانہ القاسم، دارالعلوم دیوبند، یو۔پی، انڈیا،1926ء،ص8

8- گیلانی،مناظراحسن،سید،مقالاتِ احسانی، ادارہ مجلسِ علمی، کراچی، س۔ن،ص17

9- م۔ن

10- مولانا مفتاحی،حیات مولانا گیلانی، ادارہ مجلسِ علمی، کراچی، س۔ن،ص251

11- سیدابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ، حصہ دوم، فرید بک ڈپو، دہلی،1980ء،ص64

12- مولانا مفتاحی،حیات مولانا گیلانی،ص252

13- م۔ن،ص247

14- گیلانی،مناظراحسن،سید،احاطہ دارالعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن،ص27

15- م۔ن،ص164

16- ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، بھارت، مارچ،1963ء

17- ہجویری، ابوالحسن علی بن عثمان الجلالی(م470ھ)، کشف المحجوب، ضیاءالقرآن پبلشرز، لاہور،1970ء،ص175

18- غزالی، ابوحامد، محمد، امام(م505ھ)، احیاء علوم الدین ،مصر،1925ء، ج:3،ص54

19- گیلانی، مناظراحسن، سید، پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ج:2،ص98

20- گیلانی، مناظراحسن، سید، مقالاتِ احسانی،ص276

21- م۔ن

-22 صدقِ جدید، 30 رمضان، 1375ھ، 11 مئی 1956ء

-23 فراہی، عبید اللہ، ڈاکٹر، تصوف: ایک تجزیاتی مطالعہ، ص 94

-24 گیلانی، مناظر احسن، سید، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ص: 129، ج 2

-25 م۔ن

-26 غزالی، احیاء علوم الدین، ج: 1، ص 19

-27 ملاحظہ ہوں:

شیخ ابو طالب مکی (م 386ھ)، قوت القلوب، ج 1، ص 31، 198، 334، المطبعۃ الیمنیہ، مصر، 1301ھ

ابنِ عربی، محی الدین، شیخِ اکبر (م 638ھ)، الفتوحات المکیۃ، ج 2، ص: 254، دار الکتب العربیۃ الکبریٰ، مصر، 1329ھ

رازی، فخر الدین، الامام (م 606ھ)، الطبقات الکبریٰ، ج 1، ص 5، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1310ھ

-28 تھانوی، اشرف علی، مولانا (م 1943ء)، التکشف عن مہمات التصوف، سجاد پبلشرز، انارکلی، لاہور، 1960ء، ص 73

-29 م۔ن، ص: 1

-30 گیلانی، مناظر احسن، سید، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ج، 2، ص 105

-31 م۔ن، ج: 2، ص 109

-32 م۔ن، ج: 2، ص 110

-33 گیلانی، مناظر احسن، سید، مقالاتِ احسانی، ص 299

-34 الطّوسی، ابونصر، عبداللہ بن علی السراج (م 378ھ)، شیخ، کتاب اللمع فی التصوف، ص 416، نیکلیسون، لیڈن، 1914ء

-35 گیلانی، مناظر احسن، سید، مقالاتِ احسانی، ص 17